مکاتیب

(۱)

برادرِ مکرم جناب عمار خان ناصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ شمارے میں جناب پروفیسر عبد الماجد نے میرے کالم ''اسلامی تحریکیں اور مغربی تحقیقات'' پر تبصرہ فرمایا جو اس لحاظ سے میرے لیے انتہائی خوشی کا باعث ہے کہ ہمارے قارئین کس باریک بینی سے 'الشریعہ' کا مطالعہ کرتے اور ہر قابل بحث بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ میں جناب پروفیسر عبد الماجد کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میرے کالم کو بغور پڑھنے کے بعد اپنا تبصرہ ارسال فرمایا۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ گزشتہ پانچ سال سے 'استشراق' میرے زیر مطالعہ ہے اور دیگر مستشرقین کی تحریرات کے علاوہ اسپوزیٹو کی تحریرات بھی میری نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ یہ بات تسلیم ہے کہ جان ایل اسپوزیٹو طبقۂ مستشرقین میں قدرے معتدل درجہ کے محقق ہیں، لیکن اس کے باوجود اسلامی تاریخ اور اس کے حقائق کے حوالے سے اسپوزیٹو کی بہت سی ایسی تحریرات ایک مستقل مقالہ کی صورت میں جمع کی جا سکتی ہیں جو قابل گرفت ہیں۔ میں ان شاء اللہ آئندہ کسی موقع پر انھیں قارئین کے سامنے پیش کروں گا۔ پروفیسر عبد الماجد صاحب نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے:

> ''......ڈاکٹر اسپوسیٹو نے تو امریکہ اور مغرب کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ چند اسلامی تحریکات کے طرزِ عمل کی بنیاد پر اسلام یا تمام مسلمانوں پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کا لیبل نہیں لگانا چاہیے......''۔

اس عبارت میں پروفیسر موصوف نے خود اعتراف کیا ہے کہ ڈاکٹر اسپوزیٹو نے ''چند اسلامی تحریکات'' کو ہدفِ تنقید بنایا ہے اور میری مراد بھی یہی تھی کہ اسپوزیٹو نے ایک سے زائد جہادی گروپس کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ مزید گزارش ہے کہ ایک لمحہ کے لیے تمام 'اعتدال پسندانہ حکمتوں' سے قطع نظر، محض ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ حالیہ صیہونی وصلیبی یلغار سے قبل، مسلمانوں کی طرف سے خصوصاً، کبھی بھی تاریخ اسلامی میں کسی جہادی جماعت کے طرزِ عمل کو نشانۂ تنقید نہیں بنایا گیا اور نہ ایسے کسی موقف کی کلی یا جزوی تائید کی گئی ہے بلکہ اس کے برعکس جہاد کے لیے ہر ممکنہ تعاون کی کوشش کی گئی، لیکن بدقسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ استعماری یلغار کے منحوس اثرات سے امت کی فکری بنیادیں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں سب سے بڑی نعمت فکری بنیادوں پر ثابت قدمی اور سب

سے بڑی ذمہ داری اغیار کی عدم تقلید ہے۔ ہمیں صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہیے کہ مائیکل ہارٹ نے محمد ﷺ کو تاریخ کے سو بڑے آدمیوں میں سرفہرست رکھا ہے، بلکہ اس کی وجوہات اور پس پردہ مقاصد پر بھی غور کرنا چاہیے۔

حافظ محمد سمیع اللہ فراز
شعبہ علوم اسلامیہ
ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان، لاہور

(۲)

مکرمی حافظ محمد عمار خان صاحب، مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ جملہ اراکین مجلس ادارت ومشاورت کے ہمراہ بخیریت ہوں گے۔ پروفیسر میاں انعام الرحمٰن صاحب قارون اور قورح کے موضوع سے اکتاہٹ کے اظہار میں اسے لایعنی اور علمی تفاخر پر مبنی بحث قرار دے چکے ہیں، لیکن حیرت ہے کہ اگست ۲۰۰۶ء کے شمارے میں پھر اسی باسی کڑھی میں ابال آیا اور مارچ والے مضمون کی گالیوں اور طعنوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے میں تو جو شیلے مقالہ نگار کے زیر عتاب تھا ہی، اس بار علامہ محمود خارانی صاحب کو بھی تختہ مشق بنایا گیا ہے اور افسوس کہ شرفا کی پگڑیاں اچھالنے کے بعد اس سلسلہ بحث کے لیے 'الشریعہ' کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے گئے ہیں تاکہ محترم جنگجو بزرگ مصنف کی ٹوہر (اکڑ، انا) بنی رہے۔ یہ شخصیت پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر اس لایعنی اور غیر معقول و بے محل بحث کی اشاعت محترم ڈاکٹر صاحب کی انا کی تسکین کے لیے ناگزیر ہو چکی تھی تو گالیوں کے ہمراہ یہ بھی لکھ دیا ہوتا کہ بائبل میں قارون کے خزانے کی کنجیوں کا چمڑے کی ہونا اور چمڑے کی کنجیوں کا تین سو اونٹوں یا خچروں پر لادے جانا فلاں جگہ لکھا ہے، لیکن یاد رکھیے، قیامت کا سورج طلوع ہو جائے گا، آسمان لپیٹ دیے جائیں گے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے، لیکن عزت مآب ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی مدظلہ چمڑے کی کنجیاں اور ان کا تین سو اونٹوں یا خچروں پر لادے جانا بائبل میں نہیں دکھا سکتے، نہیں دکھا سکتے، نہیں دکھا سکتے، اور بس۔

مذکورہ مذموم مضمون ''قورح، قارون: ایک بے محل بحث'' میں محترم مصنف نے کون سا کدو میں تیر مارا ہے؟ صرف کوڑھ پر کھاج کے سوا کچھ بھی نہیں، چنانچہ مذکورہ جنگ نامہ کی ابتدائی سطر میں فرماتے ہیں: ''اس لیے کوئی حوالہ ضروری نہیں سمجھا گیا تھا۔'' پھر پانچویں سطر میں ہی کتاب گنتی باب ۱۶ کی نشان دہی کا اعتراف کرتے ہیں اور مزید یہ کہ مارچ ۲۰۰۶ء کے شمارے میں دعویٰ کرتے ہیں: ''زبور ہی بائبل کی وہ کتاب ہے جس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی''، لیکن اپریل کے شمارے میں جب احقر نے زبور میں تحریف کثیر ثابت کر کے ان کے مضحکہ خیز دعوے کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے تو اب اگست ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں درج جنگ نامہ میں فرماتے ہیں: ''البتہ اس میں بھی چند مقامات پر تحریف ہوئی ہے''۔ مارچ کے شمارے میں فرمایا تھا کہ: ''یہی وہ زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کی گئی تھی''، لیکن جب میں نے عظیم سکالر صاحب کی علمیت کا بھانڈا سر بازار پھوڑتے ہوئے مروجہ زبور کے بہت سے لکھاری ثابت کر دیے تو اب جنگ نامہ میں فرماتے ہیں ''اور پھر زبور کے سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ وہ ساری کتاب زبور جو بائبل میں شامل ہے، وہ سب داؤد علیہ السلام